کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھا، وہ اپنی سواری پر سوار ہونے کے لیے تشریف لائے، جب رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ پڑھی، جب پشت پر بیٹھ گئے تو الحمدللہ کہا، پھر یہ دعا پڑھی: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ○ (الزخرف ۴۳:۱۳-۱۴) پھر تین مرتبہ الحمدللہ کہا، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ دعا پڑھی: سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ، اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، ''اے اللہ! تو تمام عیبوں سے پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس میری مغفرت فرما دے، گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی معاف نہیں کرسکتا''۔ پھر حضرت علیؓ ہنس پڑے۔ عرض کیا گیا: امیرالمومنین، آپ کس چیز پر ہنس پڑے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا۔ پھر آپؐ ہنس پڑے تھے، تو میں نے عرض کیا تھا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کس چیز پر ہنس پڑے تو آپؐ نے فرمایا: آپ کے رب اپنے بندے پر تعجب فرماتے ہیں جب وہ کہتا ہے ''میرے گناہوں کو بخش دیجیے''۔ بندہ جانتا ہے کہ گناہوں کو میرے سوا کوئی نہیں بخشتا۔ (بندے کی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی بخشش پر خوش ہو کر میں ہنسا)۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تعجب معمولی چیز پر نہیں بلکہ بہت بڑی اور عجیب وغریب چیز پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز پر تعجب کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چیز بڑی عظمت رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بہت راضی اور خوش ہیں۔ بندے کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے، وہ سمجھ لے کہ

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت فرض ہے، اس کی خلاف ورزی گناہ ہے، اس پر وہ سزا کا مستحق ہے، اسے اپنے گناہوں کا احساس ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگے، اس عقیدے کے ساتھ کہ وہی گناہوں کو بخش سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں، اس لیے کہ گناہ کرنا اس کی حق تلفی ہے اور اپنی حق تلفی کو وہی معاف کر سکتا ہے۔ یہ سوچ اور یہ نظریہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدرومنزلت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے راضی ہوتے ہیں اور گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ آپ کی امت اور اس کے افراد اپنے رب کی معرفت رکھتے ہیں، اس سے دعائیں کرتے ہیں۔ آپ خوش ہوئے کہ آپ اپنی اُمت کے ہر ہر فرد کے لیے رحیم و شفیق ہیں اور آپ کے لیے خوشی کی بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر استغفار اور توبہ کرنے والے کے گناہ کو معاف کر دیتے اور اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

آج ہماری آزادی اور خودمختاری ختم ہوگئی، جسمانی اور روحانی طور پر ہمیں قتل کیا جا رہا ہے۔ معیشت تنگ ہوگئی ہے، لوگ بھوک و افلاس سے تنگ آ کر بے چینی اور پریشانی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلامی اقدار و شعائر کی تحقیر کی جارہی ہے۔ یہ سب ہماری سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اسی بات میں ہے کہ ہم اپنی ان پالیسیوں پر نادم ہو جائیں، ان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور آیندہ کے لیے انھیں ترک کر دینے کا مستقل طور پر عزم کریں۔

۲- صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کی پوری طرح اور ہو بہو نقل کرتے تھے۔ جب معمولی باتوں میں نقل کرتے تھے تو عبادات، معاشرت، معیشت، سیاست، حکومت، عدالت جیسے بڑے معاملات میں بھی بدرجہ اتم کرتے تھے۔ کاش ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور کو اپنے لیے ماڈل اور آئیڈیل بنالیں۔ صحابہ کرامؓ اور حضرت علیؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنی ادائیں بنالیں۔

○

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ صحابہؓ رسولؐ نے اس کی ڈیل ڈول، قوت اور چستی اور مستعدی کو دیکھ کر کہا: یارسولؐ اللہ! کاش یہ جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے نکلے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اگر اپنے بوڑھے،

ماں باپ کی خدمت کے لیے دوڑ دھوپ کرے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، اگر اپنے نفس کی خاطر دوڑ دھوپ کرے کہ اسے سوال اور گناہ سے بچائے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، اور اگر دکھاوے اور دوسروں پر بڑائی جتانے کے لیے جہاد میں نکلا تو یہ شیطان کی راہ میں نکلنا ہے۔(طبرانی)

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش، ماں باپ کی خدمت، تلاش معاش کے لیے دوڑ دھوپ دنیاوی کام ہیں اور جہاد گویا اس سے مختلف کوئی دینی کام ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ یہ سب کام بھی جہاد فی سبیل اللہ ہیں، اگر انسان اس احساس سے انجام دے کہ یہ اللہ کے بتائے ہوئے فرائض ہیں اور اسے سوال و گناہ سے بچائیں گے۔ دوسری طرف اگر جہاد فی سبیل اللہ بھی دکھاوے یا فخر کے لیے ہو تو یہ شیطان کی راہ میں نکلنا ہے۔ گویا اصل انسان کی نیت و ارادہ ہے۔

○

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کر رہے ہیں: ''اے اللہ! میں ایک بشر ہوں، اس لیے مجھے کسی مومن کو تکلیف دینے یا برا بھلا کہنے کی بنا پر سزا نہ دینا۔(الادب المفرد للبخاری)

یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صحابہ کرامؓ سے محبت و شفقت کی نشانی ہے اور ان کے حقوق کا اتنا خیال ہے کہ معصوم ہونے کے باوجود آپؐ نے یہ دعا کی، اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اہلِ ایمان کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے پوری طرح پرہیز کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے نمونہ بنائیں خصوصاً بیوی، بچوں، عزیز و اقارب اور ملنے جلنے والے دوستوں کے آرام و راحت کا پوری طرح خیال رکھیں، ان کے لیے رحیم و شفیق بنیں اور کوئی کمزوری سرزد ہو جائے تو معاف کرالیں اور معاف کرانے کا موقع نہ مل سکے تو ان کے لیے جن کو تکلیف دی ہو، دعائیں کریں، تاکہ دعائیں اس تکلیف کا عوض بن جائیں۔ دنیاوی قصاص اور معافی آخرت کی سزا کے مقابلے میں آسان ہے۔

○

حضرت عصمۃؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل سُبْحَۃُ الْحَدِیْثِ ہے، اور سب سے ناپسندیدہ عمل ہے 'تحریف'۔ ہم نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! سُبْحَۃُ الْحَدِیْثِ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: لوگ باتیں کر رہے ہوں اور آدمی تسبیح

کر رہا ہو۔ ہم نے عرض کیا: تحریف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: لوگ اچھی حالت میں ہوں، پھر پڑوسی اور دوست کوئی چیز مانگے تو جواب میں کہیں ہم بری حالت میں ہیں۔(الترغیب والترھیب)

۱- سُبْحَةُ الْحَدِیْثِ کا معنٰی ہے: باتوں کے وقت تسبیح اور تحریف کے معنی ہیں 'تبدیل کرنا'۔ بازاروں اور غفلت کی جگہوں میں لوگ گپ شپ لگاتے ہیں، ایسے میں ایک آدمی اللہ کو یاد رکھے، دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ جب آدمی فارغ ہو، کوئی مصروفیت نہ ہو تو زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرسکتا ہے، اُونچی آواز سے نہیں بلکہ رازداری سے ذکر کرے، لوگ آپس میں غیرضروری یا ضروری باتیں کرتے ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ 'لَو لگائے'، اس سے باتیں کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اہلِ ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہ تو ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی ہے، لیکن یہ اس وقت معتبر ہوگا کہ انسان عملاً اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان ہو، نافرمانی کرتے ہوئے، ذکر کرنا تو اللہ کا ذکر نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ 'استہزا' ہے۔ طبرانی میں زید بن اسلم سے مرفوع روایت ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا: لا الٰہ الا اللہ اخلاص سے کہنے کا کیا معنی ہے تو آپؐ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ اسے حرام کاموں سے روک دے۔(الترغیب والترہیب)

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ دکھاوے کے اس ذکر کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ و خر
ایں چنیں تسبیح کے دار و اثر

(زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے کی فکر ہو، اس طرح کی تسبیح کب اثر رکھتی ہے۔)

۲- اللہ تعالیٰ نے خیر عطا فرمائی ہو لیکن پڑوسی اور دوست کے سوال کو پورا کرنے کے بجائے جھوٹ بولا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ ایسے شخص کی خوش حالی کچھ ہی عرصے بعد بدحالی میں تبدیل ہوسکتی ہے۔ اس پر ناشکری کا وبال آسکتا ہے، اس لیے بخل سے کام لینے کے بجائے اپنی توفیق کے مطابق جو کچھ دیا جاسکتا ہے، دے دے۔ اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اسے سائل نہیں بنایا، بلکہ اسی مقام پر پہنچا دیا ہے کہ احباب اور پڑوسی اپنی حاجات وضروریات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔